تفسیر الدر المنثور میں جلال الدین السیوطیؒ کا منہج: ایک تحقیقی جائزہ

A Critical Analysis of the Methodology of Jalal-al-Din Al Syuti in Tafsir Al-Durr al-Manthur

ڈاکٹر کریم داد[i] ڈاکٹر جانس خان[ii]

Abstract

To get access to the destined meaning of the verses of the Holy Quran as per capacity and mental capability of the human beings is called Tafsir.It started in era of the prophet Muhammad(SAW). It has two major types, one is Tafsir Bil Mathur,while the other is called Tafsir Bil-Ray- Different tafaseer have been written by mufassireen and every muffassir has his own methodology. "Al-Dur-al Manthur of Jalal-al-din Al Syuti is one of the famous tafaseer.It is a pure Mathur tafsir, where in Syuti has compiled all the narrations of the prophet (SAW), his companions and their successors (Tabi'een), which are related to the tafsir. This tafsir is an invaluable treasure of Ahadith.

In this article a critical analyses of the (Manhaj) methodology of Jalal-al-din Al Syuti in this tafsir has been taken.

Keywords: *Tafsir ,Tafsir Bil Mathur ,Tafsir Bil-Ray ,Mufassir, Manhaj*

قرآن مجید کی تشریح وتوضیح کو تفسیر کہا جاتا ہے۔اس فن میں مختلف لوگوں نے مختلف تفسیریں اور کتابیں لکھی ہیں۔ہر کتاب میں مصنف کا اپنا ایک منہج ہوتا ہے، جسے معلوم کئے بغیر اس کتاب سے صحیح معنوں میں استفادہ کرنا مشکل ہوتا ہے۔تفسیر الدر المنثور جو جلال الدین سیوطیؒ کی تفسیر ہے۔اس کا منہج کیا ہے،اور اسے لکھنے میں مصنف نے کونسا طریقہ اپنایا ہے۔یہی بات اس آرٹیکل

[i] اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، عبدالولی خان یونیورسٹی، مردان

[ii] اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، ملاکنڈ یونیورسٹی، چکدرہ، دیر لوئیر

میں تحقیقی انداز میں بیان کی گئی ہے، مگر اس سے پہلے فن تفسیر اور جلال الدین سیوطیؒ کا مختصر تعارف بھی پیش کیا گیا ہے۔

تفسیر کا تعارف

تفسیر باب تفعیل سے مصدر کا صیغہ ہے۔اس کا مادہ ف،س اور ر ہے جو فَسَرَ یَفسُرُ (نَصَرَیَنصُرُ) یافَسَرَ یَفسِرُ (ضَرَبَ یَضرِبُ) کے باب سے ہے[1]۔ قرآن مجید میں تفسیر کے معنی اس طرح واضح کیے گئے ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا[2]

"اور یہ لوگ تمہارے پاس جو (اعتراض کی) بات لاتے ہیں ہم تمہارے پاس اس کا معقول اور خوب مشرح جواب بھیج دیتے ہیں[3]۔"

اس آیت میں تفسیر سے مراد بیان وتفصیل ہے۔گویا کہ تفسیر کے معنی واضح کرنے اور کھول کر بیان کرنے کے ہیں۔ابن منظور الافریقیؒ لکھتے ہیں:

"فَسَر کے معنی ہے اظہار وبیان۔تفسیر کا مفہوم بھی یہی ہے۔"مزید کہتے ہیں۔" فَسَر بے حجاب کرنے کو کہتے ہیں۔تفسیر کرتے وقت بھی مشکل لفظ کے معنی ومفہوم کو گویا بے حجاب کردیا جاتا ہے[4]۔"

ابو حیانؒ لکھتے ہیں:

"سواری کا پالان اتار کر اس کی پیٹھ ننگی کرنے کو بھی تفسیر کہتے ہیں۔ظاہر ہے کہ ننگا کرنے میں کشف و اظہار کا مفہوم پایا جاتا ہے اس لیے کہ زین اتارنے سے پیٹھ کھل کر سامنے آجاتی ہے[5]۔"

مجد الدین فیروز آبادیؒ لکھتے ہیں:

"فَسر کے معنی ہے ظاہر کرنا، پردہ اٹھانا اور تفسیر کے بھی یہی معنی ہے[6]۔"

مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ لغت کے اعتبار سے تفسیر کا لفظ ہر قسم کی وضاحت کے لیے استعمال ہوتا ہے، خواہ آسمانی کتاب کی وضاحت ہویا انسانی کتاب

کی، خواہ حق کی وضاحت ہو یا باطل کی، خواہ محسوس مادی چیز کو ظاہر کرنا ہو یا الفاظ کے معنی ومفاہیم کو ظاہر کرنا ہو۔

لغوی مفہوم کے اعتبار سے تو تفسیر کا اطلاق ہر قسم کی وضاحت پر ہوتا ہے، لیکن اہل اسلام کی اصطلاح میں یہ لفظ قرآن کی تشریح وتوضیح کے ساتھ مخصوص ہے، یہاں تک کہ حدیث کی تشریح کو بھی تفسیر نہیں کہا جاتا۔ تفسیر کے اصطلاحی معنی کے بارے میں جن علماء نے اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا ہے وہ اگرچہ الفاظ کے اعتبار سے مختلف ہیں لیکن معنی ومفہوم کے اعتبار سے متحد ہیں۔ سب سے زیادہ مختصر اور جامع تعریف وہ ہے جو علامہ زرقانیؒ نے کی ہے۔ کہتے ہیں:

التفسیر علم یبحث فیه عن القرآن الکریم من حیث دلالته علی مراد الله تعالیٰ بقدر طاقة البشریه[7]

"تفسیر وہ علم ہے جس میں قرآن کے بارے میں بحث کی جاتی ہے اس حیثیت سے کہ یہ اللہ تعالی کی مراد پر دلالت کرتا ہے بشری طاقت کے مطابق۔"یعنی انسانی طاقت وصلاحیت کے مطابق قرآنی آیات سے اللہ تعالیٰ کی مراد معلوم کرنے کو تفسیر کہتے ہیں"۔

علامہ زرکشیؒ نے تفسیر کی تعریف کچھ اس طرح کی ہے:

التفسیر علم یعرف به فهم کتاب الله المنزل علی نبیه محمد وبیان معانیه واستخراج احکامه وحکمه[8]

"تفسیر وہ علم ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی اس کتاب کا فہم حاصل ہوتا ہے جو اس کے نبی محمد ﷺ پر نازل ہوئی ہے جس کے ذریعے اس کے معانی کی وضاحت ہوتی ہے اور اس کے احکام اور حکمتیں معلوم کی جاتی ہے۔"

جلال الدین السیوطیؒ لکھتے ہیں:

"تفسیر ایک ایسا علم ہے جس میں بشری استطاعت کی حد تک اس امر سے بحث کی جاتی ہے کہ الفاظ قرآنی سے اللہ تعالیٰ کا مراد کیا ہے[9]۔"

تفسیر کی تاریخ و ارتقاء

اس علم کی ابتدا نبی کریم ﷺ کے دور ہی سے ہوئی اور آپ ہی پہلے مفسر تھے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِم[10]

"اور ہم نے تم پر بھی یہ کتاب نازل کی ہے تاکہ جو (ارشادات) لوگوں پر نازل ہوئے ہیں وہ ان پر ظاہر کر دو۔"

صحابہ کرام کو جب قرآن کے سمجھنے میں کوئی مشکل پیش آتی تو آکر آپ ﷺ سے پوچھتے اور آپ انہیں وہ واضح کر دیتے[11]۔پھر صحابہ کرام اور تابعین قرآن کی تفصیلات سے لوگوں کو آگاہ کرتے رہے۔تابعین کے دور تک قرآن مجید کی وضاحتیں احادیث کے ساتھ یکجا تھیں۔جن کے لیے محدثین اپنی کتب میں ایک الگ باب کتاب التفسیر کے نام سے مختص کرتے۔پھر تابعین کے بعد ان تفسیری روایات کو احادیث سے الگ کر کے متعلقہ آیات کے ذیل میں لگا کر قرآن کے مستقل تفاسیر بنا لئے۔تفسیر کی دو بڑی قسمیں ہیں۔

1. پہلی قسم میں وہ تفاسیر شامل ہیں جن میں نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام اور تابعین کے تفسیری روایات کو جمع کیا گیا ہو۔مفسر کی ذاتی رائے کو ثانوی درجے میں بیان کیا گیا ہو، جب کہ تفسیر بالرائی میں مفسر اپنی ذاتی رائے کو مد نظر رکھتے ہوئے قرآن کی تفسیر بیان کرتا ہے[12]۔تفسیر بالرائی کی مزید دو اقسام ہیں۔

جو شخص نفسانی خواہشات، من گھڑت اور خود ساختہ عقائد و نظریات کے اثبات کے لئے قرآنی آیات میں تاویلات کر کے انہیں استدلال میں پیش کرتے ہیں، وہ تفسیر بالرائی مذموم ہے۔یہ حرام ہے اور ایسا کرنے والوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور اس آیت:

فَمَنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ[13]

"جو اس کے بعد بھی خدا پر جھوٹے افترا کریں تو ایسے لوگ ہی بے انصاف ہیں۔"

کے مصداق ہیں۔ وہ تفسیر جو دین اسلام کے مسلمہ اصول و عقائد اور اصول تفسیر کے مطابق ہو، تفسیر بالرائ محمود کہلاتی ہے۔ ایسی تفسیر نہ صرف جائز بلکہ ممدوح اور مامور بہ بھی ہے[14]۔ جن لوگوں نے ماثور تفاسیر لکھیں ان میں جلال الدین کا شمار بھی ہوتا ہے۔

جلال الدین السیوطی

مشہور ماثور تفاسیر میں الدر المنثور فی التفسیر الماثور بھی شامل ہے۔ جس کے مصنف جلال الدین السیوطی، نویں صدی ہجری کے ایک بلند پایہ عالم تھے۔ ۸۴۹ھ کو مصر میں پیدا ہوئے۔ آٹھ سال کی عمر میں قرآن مجید اور بہت سے متون زبانی یاد کئے۔ علم حدیث اور اس کے متعلقہ علوم وفنون سے آشنا تھے۔ خود کہتے ہیں؛ "مجھے دو لاکھ احادیث یاد ہیں اگر کچھ اور ملتی تو ان کو بھی یاد کر لیتا" تصنیف وتالیف میں آپ کی مثال نہیں ملتی۔ پانچ سو (۵۰۰) سے زائد کتابوں کے مصنف ہیں۔ تقریباً ہر فن میں آپ کی تصانیف موجود ہیں۔ ۹۱۱ھ کو فوت ہوئے[15]۔

تفسیر الدر المنثور فی التفسیر الماثور

السیوطیؒ کی تصانیف میں الدر المنثور ایک جامع کتاب ہے، جس میں آپ نے صحاح ستہ سمیت امام احمدؒ، ابن جریرؒ، ابن ابی حاتمؒ، عبد بن حمیدؒ اور ابن ابی الدنیاؒ وغیرہ کی کتب سے اخذ کر کے تفسیری روایات کا ایک بڑا ذخیرہ جمع کیا۔ کثرت روایت کے شوق اور صحت کا التزام نہ کرنے کی وجہ سے صحیح روایات کے ساتھ ساتھ بہت سے ضعیف، موضوع اور باطل اسرائیلی روایات بھی اس تفسیر میں آگئیں۔

الدر المنثور میں السیوطیؒ کا منہج

مصنف کا کتاب کے مقدمہ میں اپنا منہج ذکر کرنا عام بات ہے۔ مگر السیوطیؒ نے تفسیر الدر المنثور کے مقدمہ میں اس کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ بلکہ وجہ تصنیف بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

> "پہلے میں نے ترجمان القرآن کے نام سے ایک ماثور تفسیر مرتب کی۔ جس میں ہزاروں کی تعداد میں مرفوع وموقوف روایات کو پورے سند کے ساتھ

ذکر کیا تھا۔مگر طبائع کا میلان اختصار کی طرف دیکھ کر میں نے اس کے تمام احادیث کے سند ہٹا کر صرف متن پر اکتفا کیا۔ اور کتاب کا حوالہ دیا[16]۔"

جلال الدین السیوطی ایک بڑے عالم تھے۔ حدیث اور اس کے متعلقہ فنون سے واقف تھے۔ متون واسانید، رواۃ ورجال اور استنباط احکام میں بے مثل تھے۔آپ نے ان تمام مہارتوں کا ثبوت اپنی تفسیر مجمع البحرین و مطلع البدرین میں دیا۔ جس کے بارے میں خود لکھتے ہیں:

"میں نے ایک ایسی ہمہ گیر تفسیر لکھنی شروع کی ہے، جو تفسیر سے متعلق ہر قسم کے ضروری مواد کی جامع ہوگی۔اس میں عقلی اقوال، بلاغی نکات، صنائع وبدائع، اعراب ولغات اور استنباطات سبھی امور ہوں گے۔ یہ تفسیر ایسی جامع ہوگی کہ دیگر تفاسیر سے بالکل بے نیاز کردے گی۔ اس کا نام میں مجمع البحرین و مطلع البدرین تجویز کیا ہے۔ میری کتاب الاتقان فی علوم القرآن اسی کا مقدمہ ہے۔"

اسی طرح تفسیر جلالین کے ابتدائی ۱۵ پاروں میں بھی آپ نے اپنے علمی استعداد کا لوہا منوایا ۔ تفسیر الدر المنثور میں آپ نے اپنے قوت حافظہ اور کثرت روایت کے شوق کا مظاہرہ کیا۔ جب کہ فن حدیث اور اس کے علل کا تھوڑا سا جھلک دکھایا[17]۔ اگرچہ السیوطیؒ نے خود اپنا منہج ذکر نہیں کیا مگر اس تفسیر کا مطالعہ کرنے سے واضح طور پر پتا چلتا ہے کہ آپ نے یہ تفسیر لکھتے وقت کونسا انداز اختیار کیا تھا۔ ذیل میں وہ منہج پیش کیا جاتا ہے۔

1. سورۃ کی ابتدا اس کے نام سے کرتے ہیں۔
2. سورۃ کا مکان نزول ذکر کرتے ہیں کہ یہ مکی ہے یا مدنی۔
3. فضائل سورۃ بیان کرتے ہیں۔
4. مذکورہ باتوں کے لیے زیادہ تر النحاسؒ، ابن الضریسؒ اور ابو الشیخؒ کی مرویات پر اعتماد کرتے ہیں۔
5. بڑی سورتوں کو کئی حصوں میں تقسیم کرکے ایک ایک یا دو دو آیتیں ذکر کرتے ہیں، جبکہ چھوٹی سورتوں کو پورا ذکر کرتے ہیں۔ پھر ان سے ایک کلمہ یا جملہ لے

کر اس کی تفسیر پیش کرتے ہیں۔جو عام طور پر مندرجہ ذیل باتوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

6. سبب نزول اگر ہو تو اسے ذکر کرتے ہیں۔
7. مختلف قراءت ذکر کرتے ہیں۔ (اگر اس میں وارد ہوں)۔مگر جلال الدین السیوطیؒ نے مشہور اور شاذ ہر طرح کی قرأتوں کو نقل کر کے خلط ملط کیا ہے ،اوران کی کوئی وضاحت نہیں کی[18]
8. ناسخ ومنسوخ کا ذکر کرتے ہیں۔
9. غریب (ناآشنا) لفظ اور مبہم عبارت کی تشریح کرتے ہیں۔
10. اکثر مفسرین فقہی احکام کے استنباط میں مختلف فقہاء کے اقوال ذکر کرتے ہیں۔پھر دلائل کی روشنی میں ان میں راجح ومرجوح کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔اورآخر میں اپنی رائے کو بھی ذکر کرتے ہیں۔جب کہ السیوطیؒ نے صرف روایات نقل کئے ہیں،اپنی رائے کو پیش نہیں کیاہے۔لہٰذا اس تفسیر سے السیوطیؒ کے فقہی میلانات اور تفردات کا کوئی نتیجہ اخذ نہیں کیا جاسکتا۔
11. ان تمام امور کے لیے السیوطیؒ احادیث اور آثار صحابہ وتابعین پر اعتماد کرتے ہیں۔آپ کا اسلوب یہ ہے کہ کسی آیت کی تشریح کے لیے آپ کو جو بھی روایت ملی،صحت کا التزام کیے بغیر اسے ذکر کیا۔اس طرح اس تفسیر میں آپ نے چار سو(۴۰۰)سے زائد کتب سے روایات اخذ کئے ہیں۔جن میں ہر قسم(صحیح، ضعیف،موضوع)کی روایات موجودہیں۔مگر اکثر جگہوں میں آپ نے ان پر خاموشی اختیار کی ہے۔مثلاسورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۵ میں اس قول(وھم فیھا خٰلدون) کے تحت نقل کرتے ہیں:

1. واخرج الطبرانی وابن مردویه وابو نعیم عن ابن مسعود قال :قال رسول الله
لوقیل لاهل النَّار مَاكِثُونَ فِي النَّار عدد كل حَصَاة فِي الدُّنْيَا لفرحوا بهَا وَلَو قيل
لأهل الْجنَّة إِنَّكُم مَاكِثُونَ عدد كل حَصَاة لحزنوا وَلَكِن جعل لَهُم الْأَبَد

اس روایت پر آپ نے خاموشی اختیار کی ہے، حالانکہ یہ موضوع روایت ہے، کیونکہ اس کی سند میں الحکم بن ظہیر ہے۔ جسے ابن معینؒ نے کذاب اور ابن حبانؒ نے موضوعات نقل کرنے والا کہا ہے[19]۔

2. بسم اللہ پر کلام میں نقل کرتے ہیں:

واخرج الدیلمی فی مسند الفردوس عن ابن عباس مرفوعا؛ ان المعلم اذا قال للصبی قل بسم الله الرحمٰن الرحیم، کتب للمعلم وللصبی ولابویه براءة من النار

یہ بھی موضوع روایت ہے، مگر آپؒ نے اس پر خاموشی اختیار کی ہے۔ کیونکہ سند میں احمد بن عبداللہ الہروی الجویباری کو ابن الجوزیؒ نے کذاب اور وضّاع کہا ہے[20]۔

3. اسی طرح بعض جگہوں پر تساہل سے کام لے کر موضوع روایات کو صرف ضعیف کہا ہے۔ مثلاً:

1. سورۃ البقرہ آیت نمبر ۳۶ میں وقلنا اهبطوا....... کے تحت نقل کیا ہے:

واخرج ابن عساکر بسند ضعیف عن انس قال؛ قال رسول الله هبط آدم وحواء عریانین جمیعا......

یہ موضوع روایت ہے، کیونکہ سند میں سعید بن میسرہ کو امام بخاریؒ اور ابن حبانؒ نے موضوعات نقل کرنے والا راوی کہا ہے۔ مگر آپ نے صرف ضعیف پر اکتفا کیا[21]۔

2. سورۃ البقرہ کے الم پر بحث کرتے ہوئے نقل کرتے ہیں:

واخرج ابن اسحٰق والبخاری فی تاریخه والطبری بسند ضعیف عن ابن عباس عن جابر بن عبد الله بن رباب قال؛مر ابویاسر بن اخطب فی رجا من یهود.........

یہ بھی موضوع روایت ہے مگر آپ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ کیونکہ سند میں ابوصالح باذام کو امام بخاریؒ نے ضعیف کہا ہے[22]۔

اگرچہ بعض جگہوں پر آپ نے صحت اور وضع کی طرف اشارے بھی کئے ہیں۔ مثلاً:

أ. سورۃ البقرہ کے شروع میں نقل کرتے ہیں:

واخرج البيهقى فى الشعب بسند صحيح عن ابن عمر قال؛ لاتقولوا سورة البقرة.........

واخرج البزار بسند صحيح وابوذر الهروى ومحمد بن نصر عن ابى هريرة قال؛ قال رسول الله اقرأوا البقرة وأل عمران........

3. ضعف کی طرف اشارات میں کبھی مطلقا سند اور کبھی خاص راوی کے ضعف کی طرف اشارہ کرتے ہیں؛ مثلاً؛

أ. سورۃ الفاتحہ پر کلام میں نقل کرتے ہیں:

واخرج البزار فى مسنده بسند ضعيف عن انس قال؛ قال رسول الله اذا وضعت جنبک على الفراش وقرأت فاتحة الكتاب........

ب. اس کے بعد نقل کرتے ہیں:

واخرج الطبرانى فى الاوسط بسند ضعيف عن ابن عباس قال؛ قال رسول الله من قرأ ام القرآن........

ت. ومآانزل على الملكين ببابل کے تحت نقل کرتے ہیں:

واخرج الدينورى فى المجالسة وابن عساكر من طريق نعيم بن سالم وهو متهم عن انس........

ث. اس کے بعد نقل کرتے ہیں:

واخرج ابن عساكر بسند فيه مجاهيل عن عائشه قالت؛ قال رسول الله ان الله عزوجل خلق اربعة اشياء........

4. السیوطیؒ اس تفسیر میں قراءات کی طرف اشارے بھی کرتے ہیں، مگر یہ وضاحت نہیں کرتے کہ یہ جمہور کی قرأت ہے یا متواتر ہے یا صحیح ہے یا شاذ۔

5. اکثر مفسرین تفسیر کے ضمن میں کلامِ عرب سے استشہاد کرتے ہیں۔ مثلاً جہاں قرآن میں کوئی ایسی عبارت موجود ہو جس کے معنی میں شک وشبہ کی گنجائش ہو، تو اس میں عرب کے محاورہ سے مدد لی جاتی ہے۔ کیونکہ قرآن کے اولین مخاطب عرب ہی تھے۔ جب کہ السیوطیؒ ایسا استشہاد بہت کم کرتے ہیں۔

6. اشعار سے استشہاد میں السیوطیؒ نے صرف وہ اشعار نقل کیے ہیں جو کہ ابن عباسؓ نے ابن الازرق کے سوالات کے جوابات میں کہے تھے۔
7. السیوطیؒ بعض مقامات پر غیر ضروری طویل ابحاث میں پڑ جاتے ہیں اور ایسی روایات نقل کرتے ہیں جن کا تفسیر کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ مثلاً ابراہیمؑ کے آزمائش والی روایات، حجر اسود کی صفات، اس کی جگہ اور جنت سے اس کا لایا جانا اور عیسیٰؑ وغیرہ کے حوالے سے اتنے روایات نقل کیے ہیں کہ قاری پڑھتے ہوئے اکتا جاتا ہے[23]۔
8. دیگر مفسرین مختلف نحوی اور صرفی مسائل کا ذکر اور وضاحت کرتے ہیں۔ جب کہ السیوطیؒ نے اس طرف توجہ نہیں دی۔
9. تفسیر کے آخر میں سورۃ الخلع اور سورۃ الحفد کے عنوان سے ایک مضمون پیش کرتے ہیں جس سے وہم ہوتا ہے کہ یہ دونوں بھی قرآن مجید کی سورتیں ہیں۔ حالانکہ بات اس طرح نہیں، بلکہ یہ دونوں سورتیں صرف ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے مصحف میں تھیں، جو تواتر صحابہ اور اجماعِ امت کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔
10. دعاء ختم القرآن کے بعد ابن حجر العسقلانیؒ کی کتاب "العجاب فی بیان الانساب" (اسباب النزول) کا مقدمہ نقل کرتے ہیں جس میں ابن جریر الطبریؒ، ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتمؒ اور عبدبن حمیدؒ کی تفاسیر سے کچھ باتیں شامل کرتے ہیں۔ پھر ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مشہور مفسر شاگردوں کا ذکر کرکے ان میں ثقہ اور ضعیف الگ کرتے ہیں۔
11. جلال الدین السیوطیؒ ۲۰ سال تک معلم رہے۔ اس تفسیر میں آپ نے ایک منجھے ہوئے استاد کا ثبوت دیا ہے۔ یہاں پر آپ نے حل مسئلی طریقہ تعلیم (Problem Solving Method) اختیار کیا ہے[24]۔ یعنی شاگردوں کو سوچنے پر مجبور کرنا اور آخر میں خود ہی انہیں حل بتادینا۔ السیوطیؒ بھی پہلے ابہام

پیدا کرکے قاری کو پریشان کرتے ہیں، پھر بعد میں خود اس کی وضاحت فرماتے ہیں۔ مثلاً کسی راوی کو ابتدامیں غیر معروف صفتی نام (کنیت ،لقب،نسبت وغیرہ) سے ذکر کرتے ہیں، مثلاً عبدالرحمن بن سابط کو ابن سابط، عبدالرحمن بن زید کو ابن زید، صدر الدین احمد بن محمد کو السلفی وغیرہ۔ پھر چند روایات کے بعد اسے معروف صفتی یا ذاتی نام سے یاد کرتے ہیں۔

نتائج

لغوی مفہوم کے اعتبار سے تفسیر کا اطلاق ہر قسم کی وضاحت پر ہوتا ہے، جب کہ شریعت کی اصطلاح میں انسانی طاقت وصلاحیت کے مطابق قرآنی آیات سے اللہ تعالی کی مراد معلوم کرنے کو تفسیر کہتے ہیں۔ تفسیر کے اقسام میں سے تفسیر بالمأثور اور تفسیر بالرأی المحمود جائز جب کہ تفسیر بالرأی المذموم ناجائز ہیں۔ نبی کریم ﷺ قرآن مجید کے پہلے اور سب سے بڑے مفسر تھے۔ جلال الدین سیوطی، نویں صدی ہجری کے ایک بلند پایہ عالم اور مصنف تھے۔ تفسیر الدرالمنثور ایک خالص ماثور تفسیر ہے، جس میں صحت کا التزام کئے بغیر سیوطیؒ صاحب نے روایات کو جمع کرکے ان پر خاموشی اختیار کی ہے۔ اس تفسیر میں صحیح اور ضعیف روایات کے ساتھ ساتھ موضوع اور باطل اسرائیلی روایات کی ایک کثیر مقدار بھی موجود ہے۔ نایاب کتب کی روایات تک رسائی کے لئے یہ تفسیر کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔

حواشی وحوالہ جات

1 الفیروز آبادی، محمد بن یعقوب، القاموس المحیط ۲: ۱۱۰، مادہ ف س ر، طبع مصر، ۱۴۱۰ھ

2 سورۃ الفرقان ۲۵: ۳۳

3 جالندھری، فتح محمد، ترجمہ قرآن، (القرآن الکریم)، فاران فاونڈیشن، لاہور، ۲۰۱۰ء

4 ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم الافریقی، لسان العرب ۲: ۳۶۱، مادہ ف س ر، دار العلم، بیروت، ۱۴۰۳ھ

5 ابو حیان، محمد بن یوسف الاندلسی، تفسیر البحر المحیط ۱: ۱۳، دار الفکر، بیروت، ۱۹۹۸ء

6القاموس المحیط۲: ۱۱۰

7الزرقانی، محمد عبدالعظیم، مناہل العرفان فی علوم القرآن، ا: ۳۳۴، دار ابن عفان، ریاض، ۱۴۱۸ھ

8 الزرکشی، بدرالدین محمد بن عبداللہ، البرہان فی علوم القرآن ا: ۱۳، داراحیاءالکتب العربیہ، بیروت، ۱۹۵۷ء

9السیوطی جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن ا: ۱۷۴، ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور، ۱۹۸۲ء

10 سورۃ النحل ۱۶: ۴۴

11 امام بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، رقم ۴۶۲۹، دار الشعب، قاہرہ، ۱۹۸۷ء---ابو عوانہ، یعقوب بن اسحاق، المسند، باب اثبات بسم اللہ فی اوائل السور، رقم ۱۶۵۴، دار المعرفہ، بیروت، ۲۰۰۴ء

12 ڈاکٹر صبحی صالح، علوم القرآن: ۴۱۶، دار الفکر، بیروت، ۲۰۰۰ء---ابن خلدون، عبدالرحمٰن بن محمد، مقدمہ ابن خلدون ۲ : ۱۲۰، دالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۴ء---الاتقان فی علوم القرآن ۲: ۲۱۲

13 سورۃ آل عمرآن ۳: ۹۴

14الاتقان فی علوم القرآن ۲: ۲۱۲

15البغدادی، اسماعیل بن محمد، ہدیۃ العارفین ۵۳۴:۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۸ء---السیوطی، حسن المحاضرہ ۲۹۰:۲، دارالعلم، بیروت، ۲۰۰۰ء---السخاوی، محمد بن عبدالرحمن، الضوءاللامع ۵۰:۴، مکتبۃ الفرقان، بیرت، ۱۹۹۴ء---جمیل بک، عقدالجواہر ا: ۷۸، دارلکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۵ء---محمد بن احمد بن ایاس، بدائع الظہور فی وقائع الدہور ۸۳:۸، دار طیبہ للنشر والتوزیع، بیروت، ۲۰۰۲ء---نجم الغزی، الکواکب السائرہ باعیان المائۃ العاشرۃ ا: ۲۲۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۸۵ء

16السیوطیؒ، تفسیر الدر المنثور فی التفسیر الماثور، مقدمہ ۲:۱، دارالفکر، بیروت، ۱۹۹۰ء

17 تاریخ تفسیر ومفسرین: ۲۳۰

18 الکتانی، محمد بن جعفر، الرسالۃ المستطرفہ: ۶۴، بدون سن ومطبعہ

19 السلسلۃ الضعیفۃ ۲: ۷۰، رقم ۶۰۵---رفع الاستار ا: ۷۰

20 الموضوعات لابن الجوزی ا: ۲۲۰---الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ ا: ۲۷۶، رقم ۱۴

21 الضعفاء للبخاری ا: ۴۵، رقم (۱۳۹)---المجروحین ا: ۳۱۶

22تاریخ کبیر للبخاری ۲۱۴:۲، رقم (۱۹۸۸)---تقریب التہذیب ا: ۱۲۱، رقم (۶۳۵)

23 تفسیر الدرالمنثور، سورہ البقرہ، آیت ۱۲۴، ۱۲۷

24 تدریس اسلامیات برائے بی ایڈ ۱۴۰۰:۲، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، ۲۰۰۰ء